عورت بنیادی حق (صحت) سے محروم

سعیدہ گوپانگ

ہمارے ملک اور معاشرے میں جہاں عورت غربت، تشدد اور دیگر مسائل کا شکار رہی وہاں پر اس کو ایک طرف حکومتی سطح پر صحت اور عام طور پر بنیادی صحت کی سہولیات میسر نہیں۔ جس کی وجہ سے ہر سال ہزاروں عورتیں زچگی کے دوران مرجاتی ہیں اس مسئلے کو اتنا غیر حساس سمجھا جاتا ہے کہ ابھی تک حکومتی سطح پر وہ نوٹس نہیں لیا گیا جو لینا چاہیے تھا۔ حکومتی سطح پر چھوٹے دیہاتوں سے لے کر ٹاؤن اور بڑے شہروں تک عورتوں کو یہ سہولیات میسر نہ ہونے، تعلیم اور شعور کا فقدان ہونے کی وجہ سے عورتیں حکیم، نیم حکیم اور کم تربیت یافتہ دائیوں کے پاس آ کر کئی اور مزید بیماریوں کا شکار ہوجاتی ہیں یا پھر اپنی زندگی گنوا لیتی ہیں۔ ہمارے ملک میں ایک طرف لاکھوں کی تعداد میں غیر محفوظ علاج کرنے والے ڈاکٹر موجود ہیں جو عورت کی زچگی، صفائی اور گائنی کے دیگر مرض کا علاج کرتے ہیں جس میں غیر تربیت یافتہ نرسوں، دائیوں اور ڈاکٹرز شامل ہیں جس کی وجہ سے زچگی کے دوران صفائی اور صحیح طریقہ کار نہ ہونے کی وجہ سے عورتیں کئی انڈکیہ میں پھنس جاتی ہیں، زیادہ خون بہنے، بلڈ پریشر اور دیگر مسائل کی وجہ سے ان کا حمل ضائع ہوجاتا ہے اور اس کے بعد صحیح طور پر صفائی نہ ہونے کی وجہ سے PAC انفیکشن ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے ماں اور بچے کی زندگی ضائع ہوجاتی ہے۔ دوسری طرف میڈیکل کالجوں سے ڈگری لینے والی اسپیشلائزڈ کرنے والی نرسیں اور ڈاکٹر حضرات گائنالوجسٹ کی کافی تعداد اپنی ڈیوٹی علاج اور سروس دینے کے دوران غفلت اور لاپرواہی سے کام لیتے ہیں۔ خاص طور پر سرکاری اسپتالوں میں عام طور پر کئی پرائیویٹ چھوٹے کلینکس اور میڈیکل سینٹر میں عورتوں کی صحت سے مذاق کرنے کی مثالیں موجود ہیں جو کبھی کبھار اخباروں میں بھی رپورٹ ہوجاتی ہیں۔ ایسی مثالیں اس وجہ سے پیش آتی ہیں کہ ڈاکٹروں اور لیڈی ڈاکٹر دونوں اپنی ڈگری کا بھرم رکھنے، انسانیت کا درد رکھنے اور پیشے کے تقدس کو فراموش کرنے، صرف پیسے کی چمک اور علاج پر توجہ رکھنے کے بجائے پیسوں کا کاروبار کرنے میں جت جاتے ہیں۔ ایسی ہی ایک مثال ایک ڈگری یافتہ ایک لیڈی ڈاکٹر کی ہے۔ جس کا شکار ایک عورت سلمٰی ہے جو اپنے علاج اور زچگی کے لیے اس کے پرائیویٹ کلینک میں گئی تھی اور اس کی ڈیلیوری کے نارمل چانس ہونے کے باوجود اس کے ساتھ جو طریقہ کار اپنایا گیا وہ انتہائی غیر محفوظ، غلط اور غیر انسانی اور میڈیکل ایتھکس کے خلاف تھا۔ لیڈی ڈاکٹر نے سلمٰی کو بغیر کسی نشے کے ہی سارا عمل کیا جس کی وجہ سے مریضہ زور زور سے چیخیں مار رہی تھی اور ٹانکے لگانے کے بعد مریضہ کے زخموں سے اندر ہی اندر خون بہہ رہا تھا۔ جس کی وجہ سے دو گھنٹوں تک مریضہ تڑپتی رہی اور اس کے والدین کے کہنے کے بعد ڈاکٹروں نے دوبارہ آ کر اس کے ٹانکے کھول کر بغیر نشہ دیے ٹانکے دوبارہ لگا دیے جس کی وجہ سے مریضہ مزید کئی گھنٹے تڑپتی رہی اور اس بے رحم لیڈی ڈاکٹر نے مریضہ کے وارثوں سے کئی ہزار روپے وصول کیے۔ ہمارے معاشرے میں اس طرح کے کئی بے رحم اور قاتل مسیحا موجود ہیں۔ اس لیڈی ڈاکٹر نے پھر بھی نہ سوچا کہ اس مریضہ کو اور مزید انفیکشن ہوگا یا نہیں۔ اس طرح کے ڈگری یافتہ مسیحا اپنی پرائیویٹ کلینکوں اور میڈیکل سینٹروں سے زیادہ سرکاری اسپتالوں اور زچگی سینٹروں میں جو کردار ادا کرتے ہیں ان کی وجہ سے ہزاروں عورتیں عمر بھر کے لیے یہ بیماریاں لے جاتی ہیں، مرجاتی ہیں یا ان کے بچے مرجاتے ہیں یا پھر کئی بیماریوں کی زد میں آجاتی ہیں۔ کیونکہ ان کا پیشہ ایک انسان کی زندگی بچانے کے بجائے پیسے کا کاروبار کرنا ہوتا ہے۔ ایک اور مثال ایک خاتون امبر کی ہے جس کے پیٹ میں 5 مہینے کا بچہ فوت ہوگیا۔ اس کا شوہر ایک بڑے اسپتال میں صفائی DNC کے لیے لایا جس کے ساتھ علاج معالجے کے وقت جو رویہ اختیار گیا وہ بھی انتہائی غیر محفوظ اور غیر انسانی تھا اور اسپتال میں ایک ہی وقت میں کئی دیگر مریض عورتوں اور ماحول کی گندگی کی وجہ سے ہر مریضہ خوف اور پریشانی میں مبتلا رہتی ہے اور سرکاری اسپتالوں میں ڈاکٹروں، پیرا میڈیکل اسٹاف اور نرسوں کا جو ناقابل برداشت رویہ ہوتا ہے اور جس طرح کا بدبودار ماحول ہوتا ہے جو میڈیکل اسٹاف کا رویہ ہوتا ہے وہ ایک مریضہ کو مزید جسمانی بیماریوں کے علاوہ ذہنی اور نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا کرتا ہے اور وہ خوف و پریشانی کی وجہ سے دوبارہ اسپتال جانے سے کتراتی ہیں۔ عورتیں نیم حکیم اور عطائی ڈاکٹروں اور دواؤں کے چنگل میں پھنس جاتی ہیں اور جو حکومت کی طرف سے سرکاری اسپتالوں میں سہولیات میسر کی گئی ہیں وہ بھی مریضوں کو نہیں دی جاتی یا اس کے لیے مریضوں کو کئی چکر لگانا پڑتے ہیں یا سرکاری ادویات کی کوالٹی اتنی خراب ہوتی ہے کہ مریضہ کو دوائیاں باہر کے اسٹوروں سے لینی پڑتی ہیں۔ نہ صرف ادویات بلکہ ڈاکٹروں کے رویوں اور ان کے مقرر ایجنٹوں بلکہ ڈاکٹروں کے رویوں کی وجہ سے ان کی پرائیوٹ کلینکوں یا میڈیکل سینٹر پر جانے پر مجبور ہوجاتی ہیں۔ سرکاری اسپتالوں میں بھی ادویات کے لیے پیسے لے لیے جاتے ہیں۔ جیسے مریضہ امبر سے ایک انجکشن کے 500 روپے وصول کیے گئے اور سرکاری یا پرائیویٹ اسپتالوں کا دوسرا اسٹاف کچھ کاموں کے عوض پیسے مانگتے ہیں اور جو مریض یہ نہیں کرسکتے ان کا کام نہیں کیا جاتا اور ان کے لیے ایک تکلیف دہ ماحول اور رویہ پیدا کیا جاتا ہے۔ ایسا ہی واقعہ ایک مریضہ شمائلہ کے ساتھ پیش آیا۔ جب وہ ایک پرائیویٹ اسپتال میں زچگی کے لیے گئی تو اس سے ڈبل فیس لی گئی مگر اسٹاف، نرس، اور دیگر لوگوں نے خرچے کے بہانے کافی پیسوں کی ڈیمانڈ کی جس کی وجہ سے اس نے گھر آ کر زچگی کرائی۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ عورت یا مرد، بچہ ہو یا بوڑھا اس کی صحت کا خیال رکھنا وقت کی حاکموں کی ذمہ داری ہے اور ایک عام شہری کو دیگر حقوق کی طرح صحت کا حق بھی دیں۔ خاص طور پر ہر ایک جمہوری حکومت پر مزید ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ صحت مند معاشرے کے لیے اچھی صحت والی ماں کی ضرورت ہے اور جس طرح ہر سال ماؤں کی اموات ہو رہی ہیں اور جس طرح عورت کی صحت اور خوراک کو درگزر کیا جا رہا ہے۔ یہ ایک المیہ ہے۔